احسان الٰہی ظہیر

قادیانیت

قارئین "ترجمان الحدیث" کو یہ سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ مدیر اعلیٰ ترجمان الحدیث کی مرزائیت پر معرکہ آرا عربی کتاب "القادیانیۃ دراسات و تحلیل" کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے اور شیخ محمد اشرف ناشر انگریزی کتب اسے شائع کر رہے ہیں۔ مدیر ترجمان الحدیث نے انگریزی ایڈیشن کے لیے جو مقدمہ تحریر کیا ہے قارئین کے افادے کے لیے پیش خدمت ہے۔ ادارہ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ ومن تبعھم الی یوم الدین

مسلمانوں کی تاریخ میں انیسویں صدی کا نصفِ آخر اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اسلام دشمن طاقتوں نے دو ایسے فرقوں کو وجود بخشا جنہوں نے مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور انہوں نے اعدائے اسلام کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے میں اپنی پوری توانائیوں کو صرف کر دیا کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ و کعبہ اور اُن کی امنگوں اور آرزوؤں کے مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے منقطع کر کے انہیں اِن کے ان دلیسوں اور وطنوں میں محصور کر دیا جائے جن کے وہ باسی اور شہری ہیں تاکہ وہ مضبوط رابطہ

اور تعلق ختم ہو کر رہ جائے جو کروڑوں انسانوں کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک لڑی میں منسلک کیے ہوئے ہے اور جس کی بنا پر بخارا و سمرقند میں بسنے والے مسلمان وادیٔ نیل کے کلمہ گوؤں کی ادنیٰ سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے اور حجاز اور نجد کے صحرا نورد اور بادیہ نشین ہمالیہ کے دامنوں میں رہنے والوں اور کشمیر کی بلندیوں پر بسنے والوں کی مصیبت کو اپنی مصیبت تصور کرتے ہیں۔

وہ گروہ جو اس کارنامہ کو سرانجام دینے کے لیے وجود میں لائے گئے ان میں ایک تو برصغیر ہند میں انگریزی ایجنٹ قادیانی ازم[1] تھا اور دوسرا روسی انگریزی ذلہ خوار بہائی ازم[2]۔

چنانچہ قادیانیت اسی غرض کے لیے وجود میں لائی گئی اور اسلام دشمن اور مسلم دشمن قوتوں کے زیر سایہ اس کی پرورش و پرداخت کی گئی اور امت محمدیہ کے تمام دشمنوں نے مالی و دیگر وسائل سے اس کی مدد و معاونت کی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انہیں بے انداز مال و دولت سے نوازا گیا۔ انگریز نے برصغیر پر اپنے دورِ حکومت میں ان تمام لوگوں کو اعلیٰ عہدے دیے جنہوں نے قادیانیت کو قبول کیا اور ان کے بچوں کو تعلیمی وظائف پیش کیے گئے اور انہیں ہر ممکن سہولتیں بہم پہنچائی گئیں، ہندوؤں نے ان کی حمایت میں قلم اٹھاتے اور تقریریں کیں اور ہر طرح سے ان کا دفاع کیا، اسی طرح یہودیت نے انہیں اسلام کے مسلمہ اصولوں اور مسلمانوں کے بنیادی معتقدات کے خلاف دلائل (خواہ وہ کتنے بودے ہی کیوں نہ تھے)، اور

---

[1] قادیانی افریقا اور یورپ میں اپنے آپ کو "احمدی" کے نام سے موسوم کرتے ہیں تاکہ وہاں کے سادہ لوح سادہ دل مسلمانوں کو گمراہ کیا جا سکے حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا کوئی تعلق نہیں کہ جن کا اسم گرامی احمدؐ بھی ہے۔ ہاں ان کا متنبی تو اس کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے اور اسی لیے پاکستان اور ہندوستان میں یہ اسی نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔

[2] جس طرح اس کتاب میں آگے چل کر قادیانیت کو دلائل کے ساتھ انگریزی سامراج کا ایجنٹ ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح مؤلف نے اپنی دوسری کتاب "البهائية" میں بہائیت کو بھی انگریزی و روسی سامراج کا خود کاشتہ پودا ثابت کیا ہے اور اس کے ثبوت میں باقاعدہ شواہد و براہین پیش کیے ہیں۔

لٹریچر سے مسلح کیا اور اب بھی بین الاقوامی صیہونیت اسرائیل میں قادیانی سنٹر کے ذریعہ اور افریقہ میں ان کے مراکز کے ذریعہ ان کی بھرپور مدد و معاونت کر رہی ہے۔

بہرحال تمام دشمنانِ رسالت مآب نے اپنی اپنی کوشش و کاوش ان کی ترقی و ترویج میں صرف کی اور اس سے ان کا مقصد و مطلوب صرف اور صرف یہ تھا اور ہے کہ مسلمانوں کو اس مجاہد اور قائد رسول ؐ سے دور کر دیا جائے جن کا اسم گرامی آج بھی کفر پہ کپکپی اور لرزہ طاری کر دیتا ہے اور جن کی ہیبت اور جن کے دبدبہ سے آج بھی ایوانہائے کفر میں زلزلہ بپا ہو جاتا ہے جبکہ انہیں رفیقِ اعلیٰ کے پاس گئے ہوئے بھی چودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔

اور وہ زندہ تابندہ تعلیمات والا نبی مکرم کہ جس کی امت آج بھی اپنے دورِ انحطاط و زوال میں مجرموں اور اسلام دشمنوں کے حلق میں کانٹا بنی ہوئی ہے اور جن کی بیداری کا مجرد تصوّر ہی ملحدوں، مشرکوں اور لامذہبوں کی آنکھوں کی نیند اڑا دینے کے لیے کافی ہے۔ اور وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ وہ تب تک سکون و چین حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ محمد عربی علیہ السلام ایسے قائد، رہنما اور راہبر کی لازوال تعلیمات کو ختم نہیں کر دیا جاتا۔ وہ تعلیمات جو آج بھی مُردوں میں روح پھونکتی اور قوموں کے لیے صورِ اسرافیل کا درجہ رکھتی ہیں اور اگر ان کا خاتمہ ممکن نہیں تو کم از کم انہیں تبدیل کیے بغیر اور ان کی معنویت کو نیست کیے سوا انہیں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

اور اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ قادیانیت ایسے گمراہ فرقوں اور مذاہب کی ہر طرح سے مساعدت و مساندت کی جائے۔ اسی بنا پر ایک نامور ہندو ڈاکٹر شنکر داس، اپنے ہندو بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ بیدار کیا جائے، کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کیے جاتے ہیں، کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاسیات کا جزو بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستانی

مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کیے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔ ....اس تاریکی میں اور اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبان وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان قادیانیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب ہند اور قوم پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں قادیانی تحریک کی ترقی ہی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ آؤ ہم قادیانی تحریک ...

پنجاب کی سرزمین میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اٹھتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اے مسلمانو! خدا نے قرآن میں جس نبی کے آنے کا ذکر کیا ہے وہ میں نبی ہوں۔ آؤ میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن نہیں بخشے گا اور تم دوزخی ہو جاؤ گے۔

میں مرزا صاحب کے اس اعلان کی صداقت یا بطالت پر بحث نہ کرتے ہوئے صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مرزائی مسلمان بننے سے پہلے مسلمانوں میں کیا تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

ایک مرزائی مسلمان کا عقیدہ ہے کہ :۔

۱۔ خدا سمے سمے پہ لوگوں کی رہبری کے لیے ایک انسان پیدا کرتا ہے جو کہ اس وقت کا نبی ہوتا ہے۔

۲۔ خدا نے عرب کے لوگوں میں ان کی اخلاقی گراوٹ کے زمانہ میں حضرت محمد کو نبی بنا کر بھیجا۔

۳۔ حضرت محمد کے بعد خدا کو ایک نبی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے مرزا صاحب کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی راہنمائی کریں۔

میرے قوم پرست بھائی سوال کریں گے کہ ان عقیدوں سے ہندوستانی قوم پرستی کا کیا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو

جانے پر اس کی شروعا اور عقیدت رام کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان قادیانی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد ہیں اس کی عقیدت کم ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی۔ اب وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے اور مکہ مدینہ اس کے لیے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں .... کوئی بھی قادیانی چاہے وہ عرب۔ ترکستان، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی تشکی کے لیے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے، قادیان کی سرزمین اس کے لیے پنیہ بھومی (سرزمین نجات) ہے اور اسی میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے، ہر قادیانی کے دل میں ہندوستان کے لیے پریم ہوگا کیونکہ قادیان ہندوستان میں ہے، مرزا صاحب بھی ہندوستانی تھے اور اب جتنے خلیفہ اس فرقہ کی رہبری کر رہے ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں ....
.... یہی ایک وجہ ہے کہ مسلمان قادیانی تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قادیانیت عربی تہذیب اور اسلام کی دشمن ہے خلافتِ تحریک[1] میں بھی احمدیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا کیونکہ وہ خلافت کو بجائے ترکی یا عرب میں قائم کرنے کے قادیان میں قائم کرنا چاہتے ہیں یہ بات عام مسلمانوں کے لیے جو ہر وقت پان اسلام ازم اور پان عربی سنگھٹن کے خواب دیکھتے ہیں۔ کتنی ہی مایوس کن ہو مگر ایک قوم پرست کے لیے باعثِ مسرت[2] ہے"

---

[1] ترکی خلافت کے سقوط کے وقت ہندوستانی مسلمانوں نے خلافت کے حق میں ایک زبردست تحریک چلائی تھی جس کا نام انہوں نے خلافت تحریک رکھا تھا، ہندو رائیٹر کسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔

"اس وقت قادیانیوں نے عام مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا"

[2] مضمون ڈاکٹر شنکر داس بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ، لاہور مندرجہ اخبار بندے ماترم مورخہ ۲۲ر اپریل ۱۹۳۲ء

اور پھر جب حکیم مشرق شاعرِ رسالت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قادیانیت کے خلاف ایک بڑا مدلل اور مفصل مضمون لکھا جس میں ان کی امتِ اسلامیہ سے علیحدگی کو براہین کے ساتھ ثابت کیا تو سب سے پہلے جس نے جناب علامہ کی تردید میں قلم اٹھایا ۔ وہ مشہور ہندو لیڈر پنڈت جواہر لعل نہرو تھے ۔ جنہوں نے کئی مضامین قادیانیوں کی تائید و حمایت اور ان کی مدافعت میں لکھے حتیٰ کہ اس کے بعد جب ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو لاہور آئے تو قادیانی رضا کاروں نے باقاعدہ ان کا استقبال کیا اور انہیں سلامی دی اور جب اس پر اعتراض ہوا تو قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

" قریب کے زمانہ میں پنڈت جواہر لعل صاحب نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیے جانے کے لیے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے قادیانیت پر اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گزشتہ رویہ کے خلاف ہے تو ایسے شخص کا جب کہ وہ صوبہ میں مہمان کی حیثیت سے آ رہا ہو قادیانیوں کی طرف سے استقبال بہت اچھی بات ہے " [1]

اور پھر شاعرِ رسالت ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے جواہر لعل کی تردید کرتے ہوئے قادیانیت کے لیے ان کی تائید کا بھی جائزہ لیا اور لکھا:

" میں خیال کرتا ہوں کہ قادیانیت کے متعلق میں نے جو بیان دیا تھا ۔ جس میں جدید اصول کے مطابق صرف ایک مذہبی عقیدہ کی وضاحت کی گئی تھی اس سے پنڈت جی (جواہر لعل نہرو) اور قادیانی دونوں پریشان ہیں ۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ کی بنا پر دونوں اپنے دل میں مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی وحدت کے امکانات کو بالخصوص ہندوستان میں پسند

---

[1] خطبہ جمعہ خلیفہ قادیان میاں محمود احمد اخبار "الفضل" قادیان مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۶ء

نہیں کرتے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جن کے سیاسی تصورات نے ان کے درست احساس کو مردہ کر دیا ہے اس بات کو گوارہ کرنے کے لیے تیار نہیں کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کے دل میں خود اعتمادی اور خود مختاری کا خیال پیدا ہو۔ ان کا خیال ہے اور میری رائے میں غلط خیال ہے کہ ہندوستانی قومیت تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے کہ ملک کی مختلف تہذیبوں کو قطعی طور پر مٹا دیا جائے جن کے باہمی تعامل سے ہندوستان میں ایک اعلیٰ اور پائیدار تہذیب ترقی پذیر ہو سکتی ہے۔ جس قومیت کی ان طریقوں سے تعمیر کی جائے گی اس کا نتیجہ باہمی تلخی بلکہ تشدد کے سوا اور کیا ہو گا۔
اسی طرح یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانانِ ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی وقار کے بڑھ جانے سے ان کا یہ مقصد فوت ہو جائے گا کہ رسول عربیؐ کی امت سے قطع و برید کر کے ہندوستانی نبی کے لیے ایک جدید امت تیار کریں۔

حیرت کی بات ہے کہ میری اس کوشش سے کہ مسلمانانِ ہند کو یہ جتا دوں کہ ہندوستان کی تاریخ میں اس وقت جس نازک دور سے وہ گزر رہے ہیں اس میں ان کی اندرونی یکجہتی اور اتحاد کس قدر ضروری ہے اور نیز ان افتراق پرور اور انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا لازمی ہے جو اصلاحی تحریکوں کے روپ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ پنڈت جی (جواہر لعل نہرو) کو یہ موقع ملا کہ وہ اس قسم کی تحریکوں سے ہمدردی ظاہر فرما دیں"[1]

پس قادیانیت ایسی تحریک جب وجود میں آئی تو یہ بدیہی بات تھی کہ تمام مخالف اسلام قوتیں اس کی تائید و حمایت کرتیں، چنانچہ انہوں نے بالفعل اس کی امداد کی بھی اور

---

[1] علامہ اقبال کے مضمون "اسلام اور احمدی ازم" سے ایک اقتباس — یہ مضمون کتابی صورت میں چھپ چکا ہے اور شیخ محمد اشرف ناشر کتب کشمیری بازار سے دستیاب ہے۔

انگریزی سامراج نے تو ایسے افراد تک مہیا کیے۔ تاکہ وہ اس کی تقویت اور تکوین کر سکیں اور ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو انگریزی سامراج کے ملازم تھے یا وہ لوگ جنہیں ملک وملت سے خیانت کے صلہ میں جاگیریں عطا ہوئی تھیں اور جن کا دین و مذہب ہی سامراج کی رضاجوئی اور زلہ خواری ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف خود مرزا غلام احمد متنبی قادیان نے بھی کیا ہے جیساکہ وہ لکھتا ہے:۔

"جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں۔ اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب ہیں یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خواں اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اب ان کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور سجادہ نشینان غریب طبع۔

غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہے اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیے ہیں"[1]

رہی بات یہودی معاونت ومساعدت کی تو خود مرزا غلام احمد کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب آور فارن مشنز کے صفحہ ۷۸ پر اس کا اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ:۔

حیفا کے ماؤنٹ کرمل میں واقع ان کے مرکز کو نہ صرف اسرائیلی حکومت

---

[1] درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ پنجاب منجانب مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۴، فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۱۸ مرتبہ قاسم علی قادیانی

ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچاتی ہے بلکہ اسرائیل کے سربراہِ مملکت سے قادیانی مبلغوں کی ملاقاتیں بھی رہتی ہیں"

ان ہی وجوہ کی بناپر میں نے آج سے تقریباً آٹھ برس پیشتر جبکہ میں ابھی معمولی طالب علم تھا قادیانیت کا بغور مطالعہ شروع کیا اور اسی دور میں ان کی تقریباً تمام بنیادی کتابیں دیکھ ڈالیں اور اسی زمانہ طالب علمی میں پاکستان و ہند کے کئی اردو جرائد میں ان پر مقالات بھی لکھے اور پھر جب ۱۹۶۲ء میں مجھے اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں مختلف ممالک خصوصاً افریقی ملکوں کے طلبہ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں آنے والے دیگر زائرین اور حجاج سے یہ معلوم کر کے انتہائی تعجب ہوا کہ قادیانی بیرونی ملکوں میں عموماً اور افریقی ملکوں میں خصوصاً اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے لوگوں کی گمراہی کا سامان مہیا کرتے ہیں اور افریقی اور عرب ملکوں میں کوئی ایسی جامع کتاب نہیں جس سے ان کے عقائد و اعمال سے پوری آگاہی حاصل ہو سکے چنانچہ دوستوں کی خواہش، یونیورسٹی کے اساتذہ کی فرمائش اور وقت کی ضرورت کی بناپر میں نے وہیں مدینہ منورہ میں ہی قادیانی ازم پر عربی میں مقالات لکھنے شروع کیے لیکن اس میں اس بات کو پیش نگاہ رکھا کہ کوئی بات بے سند اور بے دلیل نہ کہی جائے اور جس بات کو بھی ذکر کیا جائے اس کا پورا پورا حوالہ دیا جائے۔

یہ مقالات مختلف عربی پرچوں میں چھپتے رہے اور آخر میں مدینہ منورہ کے ایک پبلشر نے ۱۹۶۷ء میں انہیں جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ للہ الحمد۔ اس کے بے شمار اچھے نتائج برآمد ہوئے اور افریقہ میں خصوصاً اس کتاب کی بے حد مانگ رہی۔

ان ہی ایام میں افریقہ سے کچھ احباب نے اس طرف توجہ دلائی کہ اگر اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تو اس کی افادیت بڑھ جائے کیونکہ افریقہ میں عربی کی نسبت انگریزی زیادہ سمجھی اور بولی جاتی ہے۔

اور پھر ۱۹۶۹ء میں پاکستان واپسی پر یہاں کے احباب نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا۔ چنانچہ آج یہ کتاب انگریزی میں قارئین کے پیش خدمت ہے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اپنی عدیم الفرصتی کی بناپر میں اس پر کوئی اور اضافہ نہیں کر سکا اگرچہ

اس کی ضرورت تھی لیکن مجھے امید ہے کہ قادیانیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ کچھ بھی کم مفید نہیں ہوگا اور میری معلومات کی حد تک ہنوز انگریزی زبان میں اس سے زیادہ مفصل اور مدلل کتاب ابھی تک مارکیٹ میں نہیں آئی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم اس امر کی بھی کوشش کریں گے کہ قادیانیت پر بقیہ مباحث ایک الگ اور مستقل کتاب کی صورت میں شائع کر دیے جائیں جس کی نیو رکھی جا چکی ہے اور رد میں جس کا بیشتر میرے اردو مقالات کی صورت میں ترجمان الحدیث وغیرہ میں چھپ چکا ہے۔

خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ اسے گم کردہ لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے اور عام لوگ اس کے ذریعہ مرزائیت کی حقیقت سے باخبر ہو سکیں۔ و باللہ التوفیق

اعتذار

کاغذ کی بے حد گرانی اور کمیابی کی وجہ سے ہم پچھلا شمارہ بھی پورے صفحات پر پیش نہ کر سکے اور گورنمنٹ کی پالیسی کی بنا پر اس دفعہ بھی ۶۴ صفحات پر پیش نہیں کر سکتے کہ ہمیں ۴۸ صفحات ہی کی اجازت ملی ہے۔

اسی وجہ سے پچھلے شمارہ میں کئی ایک قابلِ قدر مضامین شریکِ اشاعت ہونے سے رہ گئے۔ خصوصاً مولانا محمد عبدہٗ، مولانا ساجد میر اور مولانا غلام احمد حریری، مولانا عبدالواحد، مولانا ارشاد الحق اور ڈاکٹر ذوالفقار ملک، مولانا عبدالرحمٰن خلیق اور جناب راسخ عرفانی اور دیگر مقتدر اہل قلم و اہل علم کے مقالات و منظومات نہ چھپ سکے۔

اسی بنا پر مرزائیت کے بارہ میں مدیر اعلیٰ کے قلم سے معرکہ آرا مضمون بھی شائع نہیں کیا جا رہا کہ اوراق کی تنگ دامانی ہمارے طرف کی وسعت کے راہ میں حائل ہے۔

امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں حکومت کی طرف سے مکمل پرچہ شائع کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

(ادارہ)